سمجھنے کی باتیں

محمد یاسین ظفر
مدیر مجلہ

گذشتہ ایک عشرہ سے دینی مدارس دنیا کا پسندیدہ موضوع بنا ہوا ہے۔ تمام ذرائع ابلاغ مختلف انداز سے تجزیئے، رپورٹیں اور ان پر فیچر تحریر کر رہے ہیں۔ جبکہ الیکٹرانک میڈیا بھی اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے اور یہ تمام کام یکطرفہ ہو رہا ہے۔ اپنی مرضی کے نتائج اخذ کئے جا رہے ہیں۔ محض اندازوں اور قیافوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ اپنی ناقص معلومات اور مدارس کے ماحول سے عدم واقفیت کی بنا پر بے تکی باتیں احاطہ تحریر میں لائی جاتی ہیں۔ ان کی جہالت اور عدم معرفت پر سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے جنہیں تنقید کا تو شوق ہے مگر تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ بیرونی دنیا کے ذرائع ابلاغ ایسی بے سروپا باتیں لکھیں تو کسی حد تک بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کی چونکہ کسی مدرسے تک رسائی نہیں ہے لہٰذا ماحول اور حالات سے ناآشنائی کی وجہ سے ایسا ہوگیا۔ لیکن یہی کام اگر پاکستان کے صحافی اور کالم نگار کریں تو بہت تعجب اور افسوس ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے وسائل بھی اجازت دیتے ہیں کہ کسی قریب ترین ادارے کا رخ کریں اور حقیقت حال معلوم کر لیں۔ اب حال ہی میں روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں معروف کالم نگار جناب نذیر ناجی نے ''سوچنے کی باتیں'' کے عنوان سے کالم لکھا جو دو قسطوں میں شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

'' کہ دینی مدارس صرف دینی علوم پڑھاتے ہیں جن کی وجہ سے یہاں سے فارغ طلبہ کے پاس پیداواری صلاحیت نہیں ہوتی اور وہ معاشرہ پر بار گراں ہیں۔ اور دوسروں کی پیداوار کو ہتھیا لیتے ہیں۔ دینی مدارس کے طلبہ اسلامی علوم کے علاوہ دیگر علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور امام و خطیب کے علاوہ کسی اور شعبہ میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتے۔ مدارس کے طلبہ حکومت سے ملازمت حاصل کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے اور نہ ہی آج تک انہوں نے ملازمتوں کے حصول کیلئے جلوس نکالا اور نہ کوئی مظاہرہ کیا! مزید لکھتے ہیں کہ وہ بیچارے کیا مانگیں، اسلامی علوم کے علاوہ انہیں کچھ سکھایا ہی نہیں جاتا۔ معاشرہ میں کتنے اماموں یا خطیبوں کی آسامیاں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا یہ بے روزگاری میں اضافے کا سبب ہیں۔ اور ان کے کیریئر میں ترقی کی گنجائش نہیں ہے۔ فارغ ہونے کے بعد اپنی ذاتی مسجد یا مدرسہ بنا کر آمدنی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ''

فاضل کالم نگار چونکہ خالص سیکولر اور مادیت پرست ہیں لہٰذا انہیں یہ باتیں سوچنے کا حق ہے اور وہ اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر کام کا نقد معاوضہ اسی دنیا میں ملنا ضروری ہے۔ خواہ وہ کام کالم فروشی کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو!! ﴿اور یہ فن ''موصوف'' خوب جانتے ہیں﴾ مادیت پرستوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں معیار، دولت کو قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کسی سے بے وفائی کریں یا محسن کشی، عزت و آبرو کی نیلامی ہو یا قلم کی تجارت، پروا نہیں۔ بس پیسہ ہاتھ آنا چاہئے۔

ہمارے نزدیک کوئی بھی علم قابل فروخت نہیں ہوتا جو شخص بھی کسی شعبے میں مہارت حاصل کر لیتا ہے اسے سند کا درجہ مل جاتا ہے۔ وہ جہاں بھی خدمت سرانجام دیتا ہے اپنی صلاحیتیں صرف کرتا ہے اور وقت دیتا ہے۔ اور وقت کا معاوضہ وصول کرتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کوئی ماہر انجینئر، ڈاکٹر، سکالر، عالم یا قانون دان اپنے علم کو ''برائے فروخت'' کا بورڈ آویزاں کرکے بیٹھا ہو۔ لیکن فاضل کالم نگار کے نزدیک علم کا حصول معرفت کی بجائے روزگار کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے تحریر فرماتے ہیں کہ مدارس میں ایسے علوم نہیں پڑھائے جاتے جن کے حصول کے بعد طلبہ برسرروزگار ہو جائیں تاکہ کسی ہوٹل میں بیرے بن جائیں، بینک کی ملازمت کرکے سودی کاروبار میں دلال بنیں، ٹیلی ویژن پر بہروپیا بن کر لوگوں کو خوش کریں یا کسی معروف اخبار کا نامہ نگار بن کر بلیک میلنگ کریں۔

جناب نذیر ناجی اور ان کے قبیل کے تمام لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ دینی مدارس کے مقاصد بہت اعلیٰ و ارفع ہیں۔ یہ بچوں کو کبھی بھی اس نقطہ نظر سے نہیں پڑھاتے کہ وہ صرف حصول ملازمت کیلئے سند حاصل کریں۔ اور اگر ملازمت نہ ملے تو احتجاجاً جلوس نکالیں، یا مظاہرہ کریں۔

بلکہ دینی علم حاصل کرنے کا اولین مقصد رضائے الٰہی ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنا ہے جس کے قبضہ قدرت میں دنیا کے تمام وسائل ہیں اور جو ہم سب کا خالق اور رازق ہے۔ چونکہ اس مقصد اعلیٰ کا تعلق ایمانیات سے ہے اور یہ بیچارے کالم نگار اس سے تہی دامن ہیں۔

دینی علم حاصل کرنے کا دوسرا مقصد پیغمبرانہ مشن ادا کرنا ہے اور جو کچھ حاصل کیا وہ

دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اس عظیم مقصد کو پانے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینا باعث سعادت وافتخار ہے۔ حاملین علوم اسلامیہ چونکہ انبیاء کرام کے وارث ہیں اور اس ضمن میں انہیں وہی ریاضت کرنا پڑتی ہے اور اسی عزیمت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے جو انبیاء نے کیا اور انہیں معلوم ہے کہ اس پُر خار راستوں میں بہت سے مصائب وآلام ہیں۔

دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبہ میں خودداری اور استغنا کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے یہ کبھی بھی مال وزر کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں نہ جانے ہمارے فاضل کالم نگار کا واسطہ کیسے بے حمیت لوگوں سے پڑا جو ان کی پیداوار پر پلتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیچارا خود ہر دور میں مختلف شخصیات کی پیداوار پر پلتا رہا ہے اور پل رہا ہے۔

دینی مدارس کے فاضل علماء کرام اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور کامل یقین کے ساتھ میدان عمل میں آتے ہیں۔ اور کسی طمع یا لالچ کے بغیر امامت، خطابت، تدریس اور دعوتی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں رسوا نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں دوسروں کا دست نگر بناتا ہے۔ وہی رازق ان کیلئے ایسے وسائل فراہم کرتا ہے کہ وہ اچھا کھاتے ہیں، اور عمدہ پہنتے ہیں، اس پر فخر کرنے کی بجائے اللہ کا شکر بجالاتے ہیں۔

محترم: کوئی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے حالات کا بخوبی جائزہ لینا از حد ضروری ہے اگر چند لوگ علماء کے روپ میں ایسا گھناؤنا کام کر رہے ہیں تو اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ باقی بھی ایسے ہونگے، جیسا کہ ہر شعبہ زندگی میں ہوتا ہے۔

فاضل کالم نگار مفتی بھی ہیں، ان کا فرمانا ہے کہ علم دین کو روزگار بنانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی علم دین سے من سلویٰ ملتے ہیں۔ نہ جانے کس کیفیت اور حالت میں جناب نے یہ جملے تحریر فرمائے ہیں، غالباً ان کے نزدیک دیگر علوم من سلویٰ مہیا کرتے ہیں۔

اس میں بھلا کیا شبہ ہے کہ اسلامی علوم کے علاوہ دیگر تمام علوم مادیت پرستی، دولت جمع کرنے اور سرمایہ کمانے کا ذریعہ ہیں جو لوگ یہ علوم پڑھتے ہیں ان کا روز اول سے ہی یہی مقصد ہوتا ہے کہ تکمیل کے بعد ملازمت کریں گے لہٰذا فراغت کے بعد اپنی اسناد اٹھائے روزگار تلاش کرتے پھرتے ہیں، در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، ان میں سے چند ہونگے جو رشوت یا سفارش کی بنیاد پر ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ باقی کہاں جاتے ہیں؟ جبکہ جناب ناجی کے نزدیک ان اداروں سے پیداواری لوگ فارغ ہوتے ہیں اور مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی اکثریت بہرحال غیر پیداواری طبقہ ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو طلبہ غیر پیداواری مدارس سے فارغ ہو رہے ہیں ان کی طرف سے آج تک یہ شکوہ نہیں ہوا کہ وہ بیروزگار ہیں لیکن جب بھی بیروزگاری کا شور اٹھتا ہے تو اس میں سو فیصد وہ طلبہ شامل ہیں جو آپ کے پسندیدہ تعلیمی اداروں سے ڈگریاں حاصل کرکے معاشرہ پر بوجھ ہیں۔

ویسے بھی یہ تخصصات (Specialization) کا دور ہے۔ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر سول انجینئر کی ڈیوٹی نہیں دے سکتا، اور نہ ہی سول انجینئر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا کام کرسکتا ہے، اس لئے یہ صرف اپنے میدان میں ملازمت کرسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی دوسرے شعبے میں ملازمت کا تقاضا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ ان بیچاروں کو بھی اس کے علاوہ کوئی اور کام سکھایا نہیں جاتا۔

یہ بات ہر باشعور آدمی بخوبی سمجھتا ہے کہ جس طرح کا کام ہو اسی طرح کی اہلیت اور صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی کام سلیقے سے نہیں ہوسکتا۔ امامت وخطابت کا منصب دنیا کا اعلیٰ ترین عہدہ ہے جس کیلئے دینی علوم میں مکمل مہارت اور عبور چاہئے۔ اس کے ساتھ وہ شخص زہد وتقویٰ اور خشیت الٰہی کا حامل ہو۔ حلال حرام میں بخوبی امتیاز کرسکتا ہو۔ اب جبکہ اسلامی معاشرہ میں امام اور خطیب کی قدم قدم پر ضرورت ہے جیسے جیسے آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اور آئے دن نئی کالونیاں بن رہی ہیں ان میں مساجد بھی تعمیر ہو رہی ہیں جن میں اماموں اور خطیبوں کی ضرورت ہے۔ رسد اور طلب کا وہ فطری اصول یہاں بھی کارفرما ہے تو یہ امام اور خطیب کہاں سے آئیں گے؟ کیونکہ بقول کالم نگار کے کہ ہمارے معاشرے میں سب لوگ یہ کام کر نہیں سکتے حالانکہ انہیں کرنا چاہئے۔ بہت ہی اچھی بات ہے کہ اگر ناجی صاحب خود بھی کسی مسجد میں امامت کرائیں اور کسی دوسری میں خطبہ ارشاد فرمائیں لیکن ایسا ممکن نہیں اس لئے کہ وہ اہلیت ان میں موجود ہی نہیں ہے وہ خود بھی جانتے ہیں اس لئے کسی مصلے پر کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کریں گے کیونکہ اس کا انجام انہیں معلوم ہے۔

اب اگر مستند علماء کرام یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جو کہ معاشرہ کی اہم ضرورت ہے تو معاشرہ کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ ان کی کفالت کریں اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ لوگ کسی دوسرے شعبہ میں پیسہ خرچ کرکے وہ خوشی اور طمانیت محسوس نہیں کرتے جو علماء کرام اور آئمہ پر خرچ کرکے انہیں حاصل ہوتی ہے۔

یہ کیسی غیر منصفانہ سوچ ہے کہ ڈاکٹر، وکلاء انجینئر جو کہ ہماری ضرورت ہیں ہم انہیں منہ مانگی فیسیں دینے پر مجبور ہیں وہاں تو ناجی صاحب کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی، حالانکہ سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے ان تمام حضرات

پر حکومت کا پیسہ خرچ ہوتا ہے جو براہ راست عوام سے وصول کیا جاتا ہے گویا ان کی تعلیم کی تکمیل میں ہر پاکستانی کا حصہ ہے لیکن فراغت کے بعد انہی سے ہزاروں کی شکل میں معاوضہ وصول کر لیتے ہیں یہ کیسا انصاف ہے؟

ناجی صاحب خود اپنے بارے میں سوچیں کہ ان میں کیا پیداواری صلاحیت ہے؟ خود ایک حادثے کی پیداوار ہیں، ابن الوقت ہیں اور پیشہ ور کالم نگار ہیں۔ ہوا کا رخ دیکھ کر چند سطریں لکھتے ہیں جس میں کوئی فکری راہنمائی نہیں ہوتی انہیں روزنامہ جنگ کا شکر گزر ہونا چاہئے جو ان کی کفالت کر رہا ہے اور جن کے ٹکڑوں پہ وہ پل رہے ہیں انہیں کالم نگاری کے علاوہ آتا کیا ہے؟

محترم ناجی صاحب نے ''سوچنے کی باتیں'' تحریر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دینی مدارس کی جگہ ایسے ادارے قائم کر دیئے جائیں جن سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ ہنر مند ہوں اور محنت مشقت کر کے کھائیں۔ اور دینی کام فی سبیل اللہ کریں۔ اچھی بات ہے لیکن یہاں یہ سوچنے کی نہیں سمجھنے کی باتیں ہیں۔ محترم کبھی آپ نے غور کیا کہ سرکاری سرپرستی میں کام کرنے والے وہ تمام ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹس جن میں ہزاروں ہنر مند پیدا ہو رہے ہیں، کس حالت میں ہیں اور ان میں کیا پیداواری صلاحیت ہے؟ آپ ان کی فکر کریں۔

دینی مدارس اس وقت جو فریضہ سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے۔ موجودہ حالات میں اسلامی علوم کے احیاء اور اس کی بقاء کیلئے سینہ سپر ہیں۔ جس معاشرہ میں دینی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے والوں کو کوئی حیثیت نہ دی جائے اور ان کا کردار ختم کر دیا جائے تو معلوم ہے کیا انجام ہوگا؟ وہ معاشرہ اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہو جائے گا۔ وہاں برائی، بدکاری، فحاشی اور عریانی تاریک کمروں سے نکل کر سڑکوں پر ناچنے لگے گی۔ آپ تو بارہا یورپ جا کر یہ مشاہدہ کر چکے ہیں آج وہاں کلیسا اور ان کے راہنماؤں کا کردار ختم ہو گیا ہے، وہ معاشرہ اباحیت کا شکار ہو گیا، بے راہ روی غیر فطری عمل کو شخصی آزادی کا نام دے دیا گیا۔ اور وہاں کا پورا معاشرہ اپنی اجتماعیت کھو چکا ہے ذہنی تناؤ، پریشانی، ڈپریشن میں مبتلا لوگ آج بھی کسی روحانی سہارے کی تلاش میں ہیں۔ آپ کو شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہاں یہ بوریا نشین روکھی سوکھی کھا کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور پورے معاشرے میں اسلامی اقدار، رہن سہن اور تہذیب وثقافت کو فروغ دے رہے ہیں۔

جناب ناجی صاحب یہ لوگ ہرگز ہرگز معاشرے پر بوجھ نہیں ہیں ان میں سے ادنیٰ طالب علم بھی معاشرہ کا قیمتی فرد ہے۔ کم از کم اگر وہ دوسروں کیلئے نفع بخش نہیں تو نقصان کا باعث بھی نہیں ہے ان مدارس کا کوئی طالب علم کبھی کسی واردات میں شامل نہیں ہوتا۔ چوری راہ زنی یا ڈکیتی میں شریک نہیں ہوگا۔ ہر داڑھی والا دینی مدرسہ سے منسلک نہیں ہوتا، یہ امتیاز کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

آخر میں ہماری گذارش ہے کہ آپ سمجھنے کی کوشش کریں، امید ہے آپ کے خیالات اور دینی مدارس کے بارے میں تصورات بدل جائیں گے اگر اس جہان کار سے فرصت ہو تو جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لائیں اور خود ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دینی ادارے کس سطح پر کام کر رہے ہیں اور کیسے کارآمد لوگ پیدا کر رہے ہیں اور ان میں پیداواری صلاحیت کتنی ہے۔ امید ہے ان معروضات پر ہمدردی سے غور فرمائیں گے۔

ندوة العالمیه للشباب الاسلامی کے زیر اہتمام تربیتی ورکشاپ میں طلبہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا اعزاز

کلیہ دار القرآن والحدیث جناح کالونی میں منعقد ہونے والی تربیتی ورکشاپ میں 27 مدارس کے تقریباً ایک سو سترہ طلبہ نے شرکت کی۔ یہ ورکشاپ ایک ہفتہ جاری رہی اور مختلف علماء کرام اور سکالرز نے لیکچر دیئے جن سے شرکاء مستفید ہوئے۔

آخر میں طلبہ کا امتحان لیا گیا جس میں جامعہ سلفیہ کے طلبہ نے اول دوم پوزیشن حاصل کی۔ اور مہمان خصوصی مولانا عبدالعزیز حنیف ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے دست مبارک سے انعامات وصول کئے۔

اول انعام:	عبدالروف ثاقب
دوم انعام:	محمد اویس قرنی

اس ورکشاپ میں حفظ متون کا مقابلہ بھی ہوا جس میں جامعہ سلفیہ کے طالب علم محمد انور نے حفظ متون ﴿الطحاویہ﴾ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ جبکہ ﴿اجرومیہ﴾ میں محمد اسد اللہ نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اور محمد فاروق نے حوصلہ افزائی کا انعام حاصل کیا۔

﴿ادارہ نشر و اشاعت﴾